62

نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا

(فرمودہ ۲۵ اپریل ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے اس آیت کی تلاوت فرمائی

و قالوا اتخذ الرحمٰن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا و ما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا: (سورۃ مریم ۸۹ تا ۹۳)

فرمایا۔ بہت سی باتیں دنیا میں ایسی ہیں جو جہالت اور نادانی کی وجہ سے انسان کی سمجھ میں نہیں آتیں اور بعض ایسی ہوتی ہیں۔ جو انسانی عقل سے بالا ہوتی ہیں۔ اور عام لوگ بوجہ ناواقفیت یا روحانیت کی کمی کے ان کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔

ایسے اعتراض کرنے والے عموماً وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو روحانیت سے گرے ہوئے ہوتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہی لوگوں میں سے مسیح موعود کے زمانہ کے علماء کو قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ علماء بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے۔ اور ان کی شرارت حد سے بڑھی ہوئی ہو گی۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کو اشرالناس کا خطاب دیا۔ اور دابتہ الارض فرمایا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ان کے سطحی خیالات ہوں گے اور روحانیت سے بالکل عاری ہوں گے وہ عالم کہلائیں گے لیکن درحقیقت جاہل ہوں گے وہ ہدایت یافتہ سمجھے جائیں گے لیکن اصل میں گمراہ ہوں گے۔ اور ان کی گمراہی نہ صرف ان کے نفسوں تک ہی محدود ہو گی بلکہ وہ اوروں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کے سردار بن جائیں گے وہ ظاہر میں تو عالم ہوں گے انہوں نے منطقی اصطلاحوں کو رٹا ہوا ہو گا۔ وہ فلسفے کے حافظ ہوں گے اور تقریر کرنے میں بڑے طرار ہوں گے لیکن اصل علم ان کے پاس نہ ہو گا یعنی وہ علم جس کے ہونے کی وجہ سے قرآنی اصطلاح کی رو سے ایک شخص عالم کہلاتا

ہے۔ اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک شخص جاہل کہلاتا ہے۔ وہ ان کے پاس نہ ہو گا۔

قرآنی اصطلاح میں جاہل اس کا نام نہیں۔ جو منطق و فلسفہ کی اصطلاحات نہ جانتا ہو۔ اور نہ ہی قرآنی اصطلاح کی رو سے اس شخص کو جاہل کہا جاتا ہے۔ جو قرآن اور حدیث کی عربی عبارت کو اچھی طرح نہ پڑھ سکے۔ بلکہ قرآنی اصطلاح میں عالم اس کو کہتے ہیں۔ جو دین کی سمجھ اور خدا کا قرب اوراس کا عرفان رکھتاہو اور جو خدا کی درگاہ سے دور ہو اسے جاہل کہتے ہیں۔ اسی قرآن کے اصطلاحی علم کی تعریف کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ کے لوگ عالم اور جاہل کہلاتے تھے اور یہی قرآنی علم اس وقت عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنے کا ذریعہ تھا۔ نہ کہ وہ علم جو آج کل مروج ہیں۔ اور اگر آج کل کے علوم مروجہ کو اس وقت کے لوگوں کے لئے معیار علم بنائیں۔ تو بڑے بڑے جید صحابہ جاہل ٹھہریں گے۔ کیونکہ یہ علوم مروجہ اس وقت نہ تھے۔ کیا کوئی شخص یہ ثابت کر سکتا ہے کہ منطق و فلسفہ آنحضرت کے وقت موجود تھا اور آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ نے منطق پڑھی تھی۔ اور آپ منطقی اصطلاحات کو خوب جانتے تھے۔ ہر گز نہیں۔ کیونکہ یہ تمام علوم بعد کے ہیں یہ صحابہ کے وقت مں مروج نہ تھے۔ منطق و فلسفہ تیسری صدی میں یونانی سے ترجمہ ہوا ہے۔ کیا اس وقت اگر حضرت ابوبکرؓ سے کوئی منطقی اصطلاح پوچھی جاتی۔ تو آپ اس کا جواب دے سکتے اور سائل کی تسلی کر سکتے۔ یا اگر عربی کے لفظ کے وہ زائد معنے جو بعد میں رواج پکڑ گئے ہیں۔ آپ سے پوچھے جاتے تو آپ بتا دیتے پھر کیا حضرت ابوہریرہؓ سے اگر کوئی پوچھتا کہ ابوہریرہؓ بتاؤ کہ حسن حدیث کون سی ہوتی ہے اور مرفوع کون سی؟ تو کیا وہ اس کا جواب دے کر اس کی تسلی کر دیتے ہرگز نہیں۔ وہ سائل کے جواب میں یہی کہتے کہ میں حسن اور مرفوع نہیں جانتا میں یہ جانتا ہوں کہ میں نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت ابوہریرہ کے نہ بتلانے کی وجہ یہی ہو گی کہ اس وقت یہ قسمیں نہ قرار پائی تھیں۔ آج بھی بہت سے لوگ اس علم سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ مرفوع متصل حدیث کون سی ہوتی ہے۔ تو کئی حیران ہو جائیں گے اور جواب نہ دے سکیں گے لیکن اگر مرفوع متصل کی تعریف بتا دی جائے اور کہا جاوے کہ وہ حدیث ہوتی ہے۔ جس کا کوئی راوی چھٹا ہوا نہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک روایت کا سلسلہ پہنچے۔ تو اس کا کوئی انکار نہ کرے گا اور ان پڑھ سے ان پڑھ بھی سمجھ لے گا۔ حالانکہ یہ وہی تعریف ہے۔ جو مرفوع متصل کے الفاظ میں مجملاً رکھی گئی ہے۔ پس علم کیا ہے۔ صرف چند اصطلاحون کا نام ہے۔ ان

کے جاننے والے کو عالم اور نہ جاننے والے کو جاہل کہتے ہیں۔ مگر قرآنی اصطلاح کی رو سے ہم اس کو عالم کہیں گے۔ جو خدا کا مقرب ہو اور اس کو اس کا عرفان حاصل ہو۔ اس تعریف کی بناء پر ہم حضرت ابوبکرؓ کو لبید سے عالم کہیں گے۔ حالانکہ ظاہری اصطلاحی علم کی رو سے لبید عالم ہے اور ابوبکرؓ جاہل۔

پس آخری زمانہ کے علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعریف کی رو سے جاہل ہوں گے باوجود عالم کہلانے کے وہ قرآن کو پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ قرآن کے حافظ کہلائیں گے۔ لیکن قرآن کے مغز اور فہم سے ناواقف ہوں گے۔ قرآن کریم کے فہم اور مغز سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس زمانہ کے ایسے علماء نے اس عظیم الشان پیش گوئی کا انکار کر دیا۔ جو حضرت مسیح موعود کے وجود باجود سے پوری ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں۔ اور پھر میں نے زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر نئی زمین اور نیا آسمان بنایا۔ آج عالم کہلانے والے اس کشف کو پڑھ کر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب مشرک تھے۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے کشف بیان کر کے قرآن کریم کی ایک عظیم الشان پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اگر آپ کو یہ کشف نہ ہوتا تو گویا یہ پیش گوئی پوری نہ ہوتی۔ وہ پیش گوئی یہ ہے:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **و قالوا اتخذ الرحمٰن ولدا** کہ ایک فرقہ آخری زمانہ میں ایسا ہوگا جو یہ کہے گا کہ رحمٰن کا بیٹا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لقد جئتم شیئا ادا** کہ یہ ان کا مشرکانہ عقیدہ ہے جو اس زمانہ میں اس قدر پھیل جائے گا۔ **تکاد السمٰوات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدّا** اس کے پھیلنے کی وجہ سے قریب ہو گا کہ زمین اور آسمان پھٹ جائیں۔ اور پہاڑ آواز دیتے ہوئے گر جائیں۔ کیونکہ اس باطل عقیدہ کے پھیلنے کی وجہ سے روحانیت کے تمام راستے مٹ جائیں گے۔ وہ زمین کہ جس پر خدا کی عبادت کی جاتی تھی۔ اور وہ آسمان جو کہ رحمتوں کو نازل کرتا تھا۔ اور وہ دین کے بڑے بڑے جید عالم جو وقتاً فوقتاً دین کو اپنے علم سے مدد پہنچایا کرتے تھے قریب ہو گا کہ آسمان اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور علماء فوت ہو جائیں۔ کیونکہ نظام عالم توحید سے قائم ہے اور اس میں توحید ہی کا جلوہ ہے۔ اگر توحید نکال لی جائے تو نہ صرف یہ کہ زمین و آسمان پھٹ جائیں بلکہ نظام عالم تہ و بالا ہو جائے اور دنیا کا کچھ باقی نہ رہے۔

توحید جڑ ہے اور توحید ہی ہے جس کی کہ تمام انبیاء حضرات آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک تاکید کرتے آئے ہیں۔ اور ان کی بعثت کی غرض ہی توحید منوانا تھی۔ ان کا اپنے آپ کو منوانا صرف اسی لئے تھا کہ وہ توحید لائے تھے وہ صدقات اور زکوٰۃ کی اس وجہ سے تاکید کرتے تھے۔ اور ان کو فرض بتلاتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے قریب کرنے کا ایک ذریعہ ہیں اور اس کے حاصل کرنے میں مدد گار ہیں۔ اسی طرح اگر وہ اخلاق فاضلہ کا حکم دیتے تھے۔ تو وہ بھی اسی غرض سے کہ خدائے واحد کے پیدا کردہ بندے دوسروں کو دکھ نہیں دیتے اور جانتے ہیں کہ یہ سب ہمارے بھائی ہیں۔ پس خواہ مذہب کو لو۔ یا اخلاق فاضلہ کو لو۔ صدقہ و زکوٰۃ کو لو کوئی بات ان میں سے خود مقصود نہیں بلکہ ان سب کا اصل مقصد توحید ہی ہے جو ان سب کی جڑ ہے اور اسی سے نظام عالم قائم ہے کیونکہ اگر خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کا بیٹا تصور کر لیا جائے تو نظام عالم میں گڑ بڑ پیدا ہو جائے۔

اسی نظام عالم کی ابتری کی طرف قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے بطور پیش گوئی اشارہ فرمایا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں عیسائیت کی ترقی ہو جائے گی اور ابن اللہ کا عقیدہ یہاں تک پھیل جائے گا اور ترقی کر جائے گا کہ گویا خدا تعالیٰ کی توحید مٹ جائے گی اور نہ صرف توحید ہی نہ مٹے گی۔ بلکہ وہ زمین جس پر عبادت کی جاتی تھی۔ اور وہ آسمان جو کہ برکتوں اور رحمتوں کو بنی نوع انسان پر نازل کرتا تھا۔ قریب ہو گا کہ پھٹ جائے اور علمائے دین فوت ہو جائیں گے۔

اس وقت ایسا وجود ظاہر ہو گا جو زمین اور آسمان کو پھٹنے سے بچائے گا اور ان کو ان کی جگہ پر دوبارہ قائم کرے گا اور وہ وہی مربی صفت عیسیٰ ہو گا جو ولدیت کے مسئلہ کو باطل کر دے گا اور وہ وہی ہو گا۔ جو کہے گا کہ محلّہ خان یار میں عیسیٰ کی قبر ہے اور میں اس عیسیٰ سے افضل ہوں جسے اے عیسائیو! تم خدا اور ابن اللہ کہتے ہو۔ پس یہ پیش گوئی بڑی صفائی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہو گئی اور ایک ایسا وجود پیدا ہو گیا اور ایسا سامان خدا کی طرف سے کیا گیا کہ جس نے ان روحانی زمین اور آسمانوں اور پہاڑوں کو پھٹنے اور ٹکڑے ہونے سے بچا لیا۔ یہ پھٹنے کے قریب تھی لیکن اس کے وجود نے ان کو پھٹنے نہ دیا۔ اور ان کو دوبارہ نئے سرے سے قائم کیا۔ گویا آپ نے زمین اور آسمان ہی نیا پیدا کیا۔ دیکھو ایک قریب المرگ آدمی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ چند منٹ تک مر جائے گا لیکن جب وہ بچ جاتا ہے تو تم کہتے ہو کہ اس نے دوبارہ زندگی پائی۔ اور ایسے موقع پر

ہر زبان میں یہی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ زمین اور آسمان پھٹنے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ کیونکہ خدا نے جو یہ فرمایا ہے کہ ایک انسان کو خدا کا بیٹا کہنے سے قریب ہے کہ زمین اور آسمان پھٹ جائیں تو یہ نہیں کہ خدا نے یونہی کہہ دیا۔ بلکہ فی الواقعہ ایسی ہی حالت ہو گئی تھی۔ لیکن ان کے پھٹنے سے پہلے خدا نے مربی صفت انسان کو بھیجا تا کہ وہ ابنیت کے مسئلہ کو باطل کر کے روحانی زمین اور آسمان اور پہاڑوں کو دوبارہ قائم کرے۔ اس آیت میں جسمانی اور مادی زمین و آسمان مراد نہیں ہیں اور نہ مادی پہاڑ مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق عیسائیوں سے جو مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ بتایا گیا ہے اور عیسائیوں نے اپنے علوم اور سائنس کے ذریعہ مادی زمین و آسمان اور پہاڑوں کو اور زیادہ ترقی دی ہے۔ پس اس آیت میں مادی زمین و آسمان اور پہاڑ مراد نہیں ہو سکتے ۔ یہ ایک پیش گوئی ہے۔ اور پیش گوئی میں استعارے اور کنائے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ روحانی زمین اور آسمان اور پہاڑ مراد ہیں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ روحانی زمین اور آسمان پھٹنے کے قریب تھے۔ لیکن ایسا سامان پیدا ہو گیا جس نے ان کو ان کی جگہ پر دوبارہ قائم کر دیا۔ اور حضرت مسیح موعود کا ایسا وجود آ گیا جس نے براہین اور دلائل سے ثابت کر دیا کہ مسیح جسے عیسائی خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ مر گیا ہے اور میں اس سے افضل ہوں۔ تب روحانی زمین آسمان اپنی جگہ پر دوبارہ قائم ہوئے۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا دوبارہ بنائے گئے ہیں۔ یہی مطلب ہے اس کشف کا جس میں حضرت صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میں خدا ہوں اور پھر میں نے زمین اور آسمان کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور ان کو بنایا۔ ۲۔ یہ ایک کشف ہے اور قابل تعبیر ہے۔ جیسے کہ سارے کشف اور رؤیا قابل تعبیر ہوتے ہیں۔

چنانچہ تعطیر الانام جو کئی سو سال کی کتاب ہے اور جس میں بڑے بڑے بزرگوں کی خوابوں کی بناء پر تعبیریں جمع کی گئی ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں یہ دیکھے کہ میں خدا ہو گیا ہوں تو اس کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ خدا اس کو مل گیا اور وہ صراط مستقیم پر چل رہا ہے۔ یہ تعبیر اس کتاب میں لکھی ہے۔ جو ان علماء سے کئی سو سال پہلے کی ہے پس کشف میں مسیح موعود کے خدا ہونے کے یہ معنے ہوئے کہ اس زمانہ کے تمام لوگ گمراہ تھے صرف حضرت صاحب ہدایت یافتہ تھے۔ اور آپ ہی توحید پر قائم تھے۔ پھر آپ نے اس توحید کو جو خدا نے آپ کو دی تھی۔ دنیا میں پھیلایا۔ اور روحانی زمین و آسمان اور پہاڑ جو گرنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب تھے۔ ان کو

دوبارہ قائم کیا۔

یہی مطلب نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کرنے کا تھا کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو اور اس کی توحید کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ چنانچہ انجیل میں اسی کی طرف یہ فقرہ اشارہ کرتا ہے کہ "ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ اور یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔" اس کا یہی مطلب ہے کہ دنیا میں روحانی زندگی خدا تعالیٰ کے کلام کے نازل ہونے سے بندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اور دنیا کی تبدیلی بھی خدا تعالیٰ کی وحی پر موقوف ہے نہ کہ مولویوں کی باتوں اور ڈھکوسلوں پر اور یہ تبدیلی وحی کے ذریعے اور خدا کے کلام کے ذریعے اس وقت دنیا میں ہوتی ہے جبکہ روحانی زمین اور آسمان گرنے لگتے ہیں۔ تب ان کو قائم کرنے کے لئے ایک تبدیلی دنیا میں کی جاتی ہے اور خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔ پس اسی اصل کے ماتحت قرآنی پیش گوئی کی رو سے حضرت مسیح موعود کے لئے ضروری تھا کہ ایک تبدیلی دنیا میں کرتے اور نئی روحانی زمین اور نیا روحانی آسمان بناتے اس کی طرف یہ کشف اشارہ کرتا ہے لیکن یہ مولوی حضرت صاحب کو اس کشف کی وجہ سے مشرک کہتے ہیں اور کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں خدا ہوں مگر یہ جاہل نہیں جانتے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے ہی تو آکر توحید قائم کی ہے ورنہ پہلے کہاں توحید تھی۔ کیا ان مولویوں کے پاس توحید تھی جنہوں نے دجال کو خدائی صفات دے رکھی ہیں۔ دجال کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ وہ بارش برسائے گا۔ سوکھی کھیتی کو ہرا کرے گا بیمار کو تندرست کر دے گا۔ اور ہر امر اس کے اختیار میں ہو گا میں حیران ہوں کہ یہ مولوی کیسی الٹی عقل کے ہیں کہ خدائی صفات دجال کو دیتے ہیں۔ اور منتظر ہیں کہ کب خدائی صفات والا دجال ان کے پاس آتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے کشف پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کیا کوئی نادان یہ کہہ سکتا ہے کہ زندہ کرنا اور مارنا اور بارش برسانا اور سوکھی کھیتی کو ہرا کرنا خدائی صفات نہیں۔ اسی طرح کون کہہ سکتا ہے کہ دنوں کا چھوٹا اور بڑا کرنا بغیر سورج اور چاند اور ستاروں پر اختیار حاصل ہونے کے ممکن ہے۔ دجال کا دنوں کو چھوٹا بڑا کرنا اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ خدائی صفات اس کو حاصل ہوں اور سورج اور چاند اور ستاروں کو اس کے قبضہ میں مانا جائے۔

پھر یہ لوگ دجال کو خدائی صفات ہی نہیں دیتے۔ بلکہ خدا سے بڑھ کر قادر اور صفتوں والا مانتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور یہ اس کی سنت ہے کہ دنیا میں کسی

مردہ کو زندہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک صحابی جابرؓ کو ان کے شہید باپ کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے باپ کو فرمایا کہ کوئی آرزو کرو۔ میں اسے قبول کرلوں گا۔ اس نے کہا مجھے پھر دنیامیں بھیجا جائے۔ تاکہ میں پھر تیرے رستہ میں قتل کیا جاؤں۔ اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا یہ قانون ہے کہ مرنے کے بعد لوگ دنیا کی طرف لوٹائے نہیں جاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے اس قانون کو کسی مردہ کو دوبارہ زندہ کر کے نہیں توڑتا۔ لیکن یہ مولوی کہتے ہیں کہ دجال مارے گا اور پھر زندہ کرے گا اسی طرح دجال کے پرستار خدائی صفات سے بھی زیادہ صفتیں دجال کو دے دیتے ہیں۔

یہ بھی ان لوگوں کی نادانی ہے کہ دجال کے مارنے اور زندہ کرنے کو حقیقی معنوں میں سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ وہ جسمانی طور پر مارے گا اور زندہ کرے گا حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دجال اس زمین کے جس پر خدا کی عبادت کی جاتی تھی۔ ٹکڑے ٹکڑے کردے گا اور اس روحانی آسمان کو جو برکتوں کو نازل کیا کرتا تھا۔ پھاڑ دے گا اور وہ دینی علماء جو پہاڑ ہوں گے۔ ان کو اپنے ساتھ شامل کرے گا اور جو شامل ہونے سے انکار کریں گے اس کو مٹا دے گا پس جس طرح دجال اپنا کام کرے گا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ دجال کی شرارت کو باطل کرنے کے لئے مسیح موعود کو بھیجے گا جو آکر زمین و آسمان کو ان کی جگہ پر قائم کردے گا۔ اور اس کے قبضہ سے چھڑا کر اپنے قبضہ میں لائے گا اور دین کو ایسے دلائل سے قائم کرے گا کہ سائنس دان بھی ان کو نہ توڑ سکیں گے پس یہی مطلب ہے نئی زمین اور نیا آسمان بنانے کا اور اسی کی طرف حضرت مسیح موعود کا کشف اشارہ کر رہا ہے لیکن حیرت ہے کہ مولوی اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ یہ نہ فرماتے تو محل اعتراض تھا۔

حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے۔ معلوم نہیں ۔ مولویوں کی عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ اگر کسی کے مرنے کی بلا شرط پیش گوئی کی جائے تو کہتے ہیں کیا خدا کے نبی لوگوں کو مارنے کے لئے آتے ہیں اور اگر شرطیہ پیش گوئی کی جائے۔ تو کہتے ہیں کہ پوری نہیں ہوئی۔ مثلاً لیکھرام کے متعلق بلا شرط پیشگوئی تھی کہ چھ سال کے عرصہ میں مارا جائے گا اور وہ مارا گیا۔ اس پر کہہ دیا گیا کہ سازش سے قتل کرا دیا ہے اور آتھم کے متعلق شرطی پیش گوئی تھی کہ اگر وہ رجوع کرے گا تو بچ جائے گا اس نے اس شرط سے فائدہ اٹھایا اور بچ گیا۔ اس پر کہہ دیا کہ پیش گوئی جھوٹی نکلی۔ غرض کہ ان کی حالت

بعینہٖ اسی طرح ہے جیسے حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔

ع آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

ان کی آنکھوں کے آگے حجاب پڑے ہوئے ہیں یہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کا کام ہی یہ بتایا گیا تھا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کرے گا۔ اگر حضرت صاحب یہ کشف نہ بتلاتے تو یہی علماء کہنے لگ جاتے۔ کہ یہ مسیح موعود کیسا ہے جو اس کی بعثت کی غرض بتائی گئی تھی۔ وہ اس نے پوری نہیں کی۔ یعنی شرک کا ابطال نہیں کیا۔

پس اس کشف نے حضرت مسیح موعود کی تصدیق کی ہے نہ کہ آپ کو نعوذ باللہ من ذالک مشرک ٹھہرایا ہے کیونکہ آپ نے روحانی زمین و آسمان کو قائم کیا اور عیسائیت کو مٹایا ہے۔ آپ نے بڑے بڑے پادریوں کو ہر قسم کے مقابلے کے لئے بلایا۔ لیکن وہ نہ آئے۔ آپ نے ایسے دلائل اور براہین جمع کر دیے کے جن کے مقابلہ پر عیسائیت نہیں ٹھہر سکتی۔ پس عقلاً ثابت ہو گیا کہ حضرت صاحب کی بعثت کی غرض پوری ہو گئی۔ باقی رہا عملاً تو یہ ضروری نہیں کہ وہ فوراً ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث ہوئے ۱۳۰۰ سال ہو گئے کیا دین اسلام تمام دنیا میں پھیل گیا۔ اور تمام دنیا مسلمان ہو گئی۔ پھر یہ لوگ کیا حق رکھتے ہیں کہ کہیں مرزا صاحب کو کیوں نہیں تمام دنیا نے قبول کر لیا اور کیوں نہیں ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ تم ان نشانات کو دیکھو۔ جو آہستہ آہستہ پورے ہو رہے ہیں۔ اور لاکھوں کو سلسلہ کی طرف لا رہے ہیں اور ہزاروں عیسائی حضرت مسیح موعود کے سلسلہ کی طرف آ رہے ہیں۔ معترضین کے قلوب ان اثرات کو دیکھ کر انکار نہیں کر سکتے اور وہ عنقریب دیکھیں گے کہ مسیح موعود نے آکر نئے سرے سے زمین و آسمان پیدا کیا اور وہ عظیم الشان پیش گوئی آپ کی بعثت سے پوری ہوئی۔ جو قرآن نے آخری زمانہ کے متعلق بتائی تھی۔ خدا اس پیش گوئی کو پورا کرے گا اور دنیا پر آپ کی صداقت ثابت کر دے گا۔ چاہے مخالفوں کی دعائیں کرتے کرتے ناکیں گھس جائیں۔

(الفضل ۶ مئی ۱۹۲۴ء)

۱؎ مشکوٰۃ کتاب العلم باب فی فضیلتہ الفصل الثالث

۲؎ تذکرہ ۱۸۹